عورت کا مقام اسلام میں
(قرآن کی روشنی میں بعض اعتراضات کا تحقیقی جائزہ)

طاہر صدیق*
شہزاد چنا**

ABSTRACT:

The article includes scientific material on the status of women in the Holy Quran and some Misconceptions and Suspicions about the verses and it is based on a scientific review of the objections that have been leveled at hte verses.

The research starts from introduction and status of women in various religions. This article includes most of the vreses talking about status of women in islam with explain in views of contemprary commentators.

It is proved through research that in the modern age some of Orientalists, liberal Muslims and some non-Muslims object that Quranic verses toward women are against the reason and justice.

It is not permitted for a Muslim to oppose the Quranic verse or object or suspect about Quranic verses because thse were revealed from Allah SWT. The logical answer with the proof of their books and their community and some Misconceptions and Suspicious about the verses.

of women. (قوام)It does not prove from the Quran That men and women are equal, but the man is supervisor

Prophetic traditions indicate that there are many conditions for a man (husband) to complete to monitor and supervise a family.

Allah Almighty created man amd woman with the same human nature and they both get equal punishment for the crime commited and the acts of worship obligatory to men and women alike. But Men's working field is seperate from women's working field in islam because the women are different than men in terms of their structure, composition and spectrum. The economy, cost finance and spending is the responsibility of man and woman is free to make her own business and to work commercial.

Keywords: Women, Status, Islam, Modern age.

قرآن کریم نے جس قدر عورت کو مقام دیا ہے، دنیا کے کسی معاشرے یا مذہب میں وہ مقام نہیں دیا گیا اسلام میں تو عورت مرد کی بہن ہے اسلامی معاشرے میں بہترین شخص وہ ہے جو گھر والوں سے بہتر سلوک کرے بچی جب چھوٹی ہوتی

* اسسٹنٹ پروفیسر، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد برقی پتا: tahirtahir345@gmail.com
** اسسٹنٹ پروفیسر، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد برقی پتا: shahzadchanna@yahoo.com
تاریخ موصولہ: ۱/۱/۲۰۱۶ء

ہے تو وہ باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے اس کے تمام حقوق کا خیال رکھنا باپ پر فرض ہے اس کو دودھ پلانا اس کی دیکھ بھال کرنا اس کی اچھی تربیت کرنا اس کے لیے جنت کی ضمانت ہے اسلامی معاشرے میں بچی رحمت ہوتی ہے اور جب بچی بڑی ہوتی ہے تو باپ اور بھائی کی غیرت اور عزت بن جاتی ہے اس کی حفاظت اپنی جان اور مال سے زیادہ کی جاتی ہے والدین اور بھائی کبھی برداشت نہیں کرسکتے کہ اس کی طرف کوئی میلی آنکھ سے دیکھے اور جب بیاہ کر شوہر کے پاس جاتی ہے تو اس کی عزت وناموس بن جاتی ہے اس کے گھر کی ملکہ ہوتی ہے اس کے حقوق کا خیال رکھنا اس کے ساتھ حسن سلوک اس کو بھلی بات کہنا اسے معاف کرنا اس کے ساتھ نرمی کا رویہ رکھنا قرآن کے احکام میں سے ہے اور اگر عورت ماں ہو تو اس کے قدموں تلے جنت ہے اس سے احسان کرنا اللہ کے نزدیک عظیم عمل ہے، اور ماں کی نافرمانی کو شرک کے بعد متصل گناہ کہا گیا ہے اور یہ کبائر میں شامل ہے۔ اگر عورت عمر رسیدہ ہو تو معاشرے کے لیے ماں کا درجہ رکھتی ہے ہر چھوٹے کو اس کا احترام کرنا ہوتا ہے دادی اور نانی کو لاوارث نہیں چھوڑا جاتا اور نہ ہی اولڈ ہاوس میں چھوڑا جاتا ہے بلکہ ان کی تو گھر میں جیسے حکومت ہوتی ہے۔

قرآن میں عورت کی قدر ومنزلت

اللہ تبارک وتعالٰی نے انسانی تاریخ کی ان نامور خواتین کا تذکرہ اور مقام ومرتبہ اپنی زبان میں بیان فرمادیا اور قیامت تک امت مسلمہ بطور ثواب ان کو پڑھتی رہے گی مثال کے طور پر اس ارشاد ربانی کو دیکھیے کہ اللہ تبارک وتعالٰی اپنی نیک بندیوں کو کس قدر سربلند کرتا ہے فرمایا:

ترجمہ: اور اہل ایمان کے بارے میں اللہ تعالٰی فرعون کی بیوی کی مثال پیش کرتا ہے جب کہ اس نے دعا کی اے میرے رب میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنادے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور ظالم قوم سے مجھ کو نجات دے اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال دیتا ہے جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تھی پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی اور اس نے اپنے رب کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی۔ (۱)

ان آیات میں اللہ تعالٰی نے ایمان والوں کی مثال دینے کے لیے جن دو شخصیات کا انتخاب کیا وہ نہ تو نبی تھے نہ ولی نہ شہید نہ صحابہ بلکہ وہ دو خواتین تھیں او یہ خواتین کی تکریم واحترام کی بہترین مثال ہے جسے قرآن نے رہتی دنیا کے لیے عظیم مثال کے طور پر بیان کردیا اسی طرح قرآن مرد کو ورغلانے کے الزام سے بھی عورت کو بری قرار دیتا ہے جس میں دنیا بھر کے مذاہب عورت کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں کہ حواء نے آدم کو جنت سے نکلوایا تھا حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ آدم کی تنہائی ختم کرنے کے لیے اللہ نے حواء کو پیدا کیا اس نے آدم کو جنت سے نہیں نکلوایا اللہ تبارک وتعالٰی نے دونوں کو برابر خطاب فرمایا اور اس فعل کا خطاوار آدم کو کہا (۲) سورۃ الاعراف ۹۱، ۸۲ میں یہ واقع تفصیل سے بیان ہوا ہے

اسی طرح سورۃ طٰہٰ میں وضاحت کے ساتھ فرمایا، ترجمہ: شیطان نے اس کو پھسلایا کہنے لگا آدم بتاؤں تمھیں وہ درخت جس سے تمہیں ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ مزید فرمایا: آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور راہ

راست سے بھٹک گیا(۳)

ان آیات میں صراحت کے ساتھ ہے کہ آدم نے غلطی کی اور حواء ان کے ساتھ تھیں،اسی طرح برگزیدہ اور اولوالعزم انبیاء اور ان کے اہل خانہ کے حوالے سے دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم نے ان کو کس قدر اہمیت اور قدر و منزلت سے نوازا ہے کہ قیامت تک ان کے مناقب فرزندان توحید پڑھتے رہیں گے۔سیدنا ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام کی ایک زوجہ مطہرۃ سیدہ سارہ ان کے ساتھ اس حالت میں رہیں کہ لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہجرت پر مجبور کیا اس وقت کے مصر کے بادشاہ کے ظلم سے اللہ نے نجات دی پھر حالت ایمان میں کمال استقامت کے ساتھ شوہر کے ساتھ رہیں بچہ نہیں ہو رہا تھا اسی حالت میں نوے سال تک صبر کیا پھر اللہ تعالی نے سیدنا اسحاق کی نعمت سے نوازا جو نبی ہوئے پھر اپنے پوتے کو بھی دیکھا جو نبی تھے اسی طرح سیدہ ہاجرہ کو لیجئے کیسے انہوں نے بے آب و گیاہ زمیں میں صبر کیا اللہ تعالی نے ان کا مرتبہ اس قدر بلند کیا کہ ان کا فعل جو صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کی صورت میں ظاہر ہوا اللہ تعالی نے قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے حج وعمرہ کے موقع پر اسے فرض کر دیا اسی طرح وہ اس امتحان میں بھی کامیاب ہوئیں جہاں شاید دنیا کی کوئی اور ماں کامیاب نہ ہو سکے، بچے کو ذبح کرنے کے لیے دے دیا، شیطان کو کنکریاں ماریں اس قوت ایمانی کو بھی حج کے موقع پر دوام حاصل ہوا۔(۴)

یہی وجہ ہے کہ اماں حواء سے لے کر اولوالعزم انبیاء کی ازواج مطہرات کے بارے میں ذکر کے ساتھ ساتھ قرآن نے اللہ کے بدترین دشمن کے اہل خانہ کے مناقب بھی خود قرآن میں ذکر کر دئے ہیں۔

عورت اور مرد کے حقوق و فرائض

اسلامی شریعت میں عورت اور مرد کی مساوات کا کوئی تصور نہیں ہے اسلام دین عدل ہے دین مساوات نہیں ہے، اسلام مواقع میں مساوات دیتا ہے لیکن اہلیت کی بنا پر اگر کوئی آگے بڑھ جائے تو مساوات کے نام پر ناانصافی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے، قرآن نے عورت اور مرد دونوں کے حقوق اور فرائض متعین کر دیے ہیں مسلمان مرد اور عورتیں احکام الٰہی پر راضی ہوتے ہیں اور یہ ان کے عقیدہ کا معاملہ ہے، قرآن نے مرد اور عورت کے لیے ان کی خلقت کے مطابق حقوق اور فرائض رکھے ہیں دونوں پر لازم ہے کہ اللہ کو ایک مانیں اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ارکان ایمان اور ارکان اسلام پر ایمان لائیں دونوں پر لازم ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کریں صلہ رحمی کریں نیکی کا حکم دیں برائی سے روکیں دین حق کی ترویج اور اشاعت کریں حلال روزی کمائیں اور کھائیں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں، غیبت نہ کریں چوری نہ کریں تجسس نہ کریں برے ناموں سے نہ پکاریں، الغرض ہر قسم کے احکام و قوانین جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے ہو، اللہ تعالی نے دونوں پر یکساں عائد کیے ہیں اس کے علاوہ قرآن نے دونوں کے لیے الگ الگ قوانین بھی بیان کیے ہیں اس لیے کہ دونوں کو فطری طور پر دو مختلف کاموں کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس لحاظ سے مردوں کے لیے بطور خاص درج ذیل کام ضروری ہیں۔

عورت اور مرد بحیثیت بشر

درحقیقت خالق کائنات نے عورت سے پہلے مرد کو پیدا کیا پھر اس سے عورت کو پیدا کیا اس لحاظ سے عورت مرد سے پیدا ہوئی ہے ارشاد ربانی ہے: ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس اس کا جوڑا پیدا''۔(۵)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے تم دونوں (مرد اور عورت) کو مذکر اور مؤنث سے پیدا کیا ہے ارشاد ہوتا ہے، ترجمہ: ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔(۶)

یعنی مرد اور عورت کو ایک ماں باپ سے بنایا ہے اور اس کو بشر کہا جاتا ہے۔ بحیثیت بشر دونوں کی جسمانی ساخت، طبیعت، احساسات، جذبات، دکھ و تکلیف کے انداز، خوشی کا اظہار اور حاجات وضروریات ملتی جلتی ہیں اور کسی بھی صورت میں عورت اور مرد کا تعصب جائز نہیں ہے۔ اسلام بحیثیت مجموعی ہر قسم کے نسبی، جغرافیائی' رنگ و نسل اور لسان و جنس کے تعصّبات کو حرام قرار دیتا ہے اما ابو داؤد ابن ماجہ اور عبد الرزاق نے عصبیت پر باب باندھے ہیں اور متعدد احادیث ذکر کی ہیں جن میں تعصب سے منع کیا گیا ہے۔ ایک جگہ ایک صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ایک شخص اپنی قوم سے محبت کرے تو یہ عصبیت ہے آپ نے فرمایا نہیں عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم میں مدد کرو(۷)

اسی طرح ایک اور ارشاد مبارک ہے: کسی دل میں عصبیت نہیں داخل ہوتی مگر اسی قدر اس میں سے ایمان نکل جاتا ہے(۸)

علاوہ ازیں کئی مقامات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے تعصب کی بیخ کنی کے لیے ہدایات سے نوازا اور پھر کوئی عقل سلیم کسی ایسی تقسیم کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے جو کی بنیاد ایسی بات پر ہو جس پر خود انسان کا اختیار نہیں ہوتا جیسے گورا اور کالا رنگ کسی خاص علاقے میں پیدا ہونا کسی خاص قوم میں پیدا ہونا کسی خاص جنس میں پیدا ہونا وغیرہ۔ یہ تعصّبات ایسے ہیں کہ جن پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ کوئی انسان اپنی مرضی سے اپنی جنس' اپنی قومیت' اپنے رنگ اور اپنی زبان کا فیصلہ نہیں کرتا اس لیے ان کی بنیاد پر تعصب کرنا خود کو افضل اور دوسرے کو حقیر سمجھنا عقل مندی نہیں۔

اسلام نے عورت اور مرد دونوں کو آزادی رائے، مساوات، بھائی چارہ، حصول عدل اور حصولِ رزق کے برابر مواقع فراہم کیے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں' سوائے تقویٰ کے۔(۹)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضیلت کا تعلق تقویٰ سے ہے نہ کہ جنس' رنگ' نسل' یا زبان سے۔

قرآن کریم نے اس مسئلہ کو یہ کہہ کر بدرجہ اتم حل کر دیا ہے کہ عورت اور مرد کی اصل اور جڑ ایک ہے۔ فرمایا:

''اے لوگو! اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بڑی تعداد میں مرد اور عورتیں پھیلا دیے''۔(۱۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتیں مردوں کی بہنیں ہیں۔(۱۱)

عورتیں مردوں کی بہنیں اس صورت میں ہیں کہ دونوں ایک باپ کی اولاد ہیں جیسا کہ سورۃ الحجرات میں ہے:

''لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے''۔(۱۲)

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت اور مرد میں بحیثیت مجموعی کوئی فرق نہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، زندگی گزارنے میں دونوں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ ایک گھر میں چار بہنیں اور چار بھائی ہوں تو سب ایک دوسرے کی خوشی غمی میں شریک ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں۔ میاں بیوی ہوں تو گھر چلانے کے لیے دونوں یکساں ذمہ داریوں میں مصروف رہتے ہیں ہر ایک اپنے دائرے میں کام کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں۔ سوائے تقویٰ کے۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے (۱۳)

حقوق و فرائض میں مساوات

بنیادی طور پر قرآن نے عورت اور مرد کو حقوق و فرائض اور جزاء و سزا کے حوالے سے بالکل مساوی قرار دیا ہے۔ اگر کوئی مرد نیکی کرے گا تو اجر پائے گا اور اگر کوئی عورت نیکی کرے گی تو اجر پائے گی۔ اگر آپ عبادات پر نظر دوڑائیں تو نماز روزہ حج زکاۃ میں مکمل مساوات ہے۔ دونوں پر یہ عبادات یکساں فرض ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے تو جس نے اللہ کے رستے میں مال) خرچ کیا اور پرہیز گاری کی اور نیک بات کو سچ جانا اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا اسے سختی سے پہنچائیں گے''۔(۱۴)

اور فرمایا:

''اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی''۔(۱۵)

اور فرمایا:

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے''۔(۱۶)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکر ومونث کا الگ الگ تذکرہ کر کے واضح کر دیا کہ دونوں کو برابر اجر ملے گا۔ بالکل اسی طرح رب تعالیٰ نے جزاوسزا اور غلطیوں پر مواخذہ میں بھی برابری کا اعلان کر دیا۔ فرمایا:

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم نے جہاں بھی مذکر کے صیغہ سے خطاب کرتے ہوئے کوئی حکم دیا ہے اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہوتے ہیں۔ البتہ اگر کہیں واضح قرینہ موجود ہو وہاں حکم مختلف ہوتا ہے۔ بعض معاملات میں اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان فرق ملحوظ رکھتے ہوئے عورت کی سہولت کی خاطر اسے رخصت دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت جو نسلوں کی پرورش اور ان کی تربیت کرتی ہے' اس کی گھر میں ان گنت مصروفیات ہوتی ہیں اس لیے عورت کی آسانی کی خاطر جمعہ کی نماز اس پر فرض نہیں کی' جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری قرار نہیں دیا' جہاد میں جانے کی پابندی نہیں لگائی' کسی کے نان نفقہ کا بوجھ اس پر نہیں ڈالا' اسے شادی کے موقع پر کسی قسم کا خرچ برداشت نہیں کرنا پڑتا یا تو والدین خرچ کرتے ہیں یا سسرال والے۔ اسی طرح کے چند امور اور ہیں جن میں عورت کو سہولت دی گئی ہے اور جن کے متعلق مستشرقین اور اسلام مخالف قوتوں نے یہ اعتراض کیا ہے یا غلط فہمیاں پیدا کی ہیں کہ اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ جہالت اور اسلام سے عدم واقفیت کی بنا پر مسلمانوں میں سے ایک طبقہ بھی ان دشمنان اسلام کی سازشوں کا حصہ بن گیا ہے۔ یہاں ان اعتراضات کا جائزہ لیا جائے گا جن کو بنیاد بنا کر قرآن میں عورت کی حیثیت کو متنازع بنایا گیا ہے۔

آج کل مسلمانوں میں موجود روشن خیال طبقوں، متاثرین مغرب اور مستشرقین نے اسلامی تعلیمات پر طرح طرح کے ایسے اعتراض اٹھانا شروع کر دیے ہیں جن کی نظیر گزشتہ صدیوں میں بھی ملتی ہے اور بعض ایسے اعتراضات ہیں جن کا تعلق دور جدید کی عقل پرستی سے ہے۔ چونکہ اسلام کی بنیاد اور اساس قرآن کریم ہے اس لحاظ سے دشمنان اسلام نے سب سے زیادہ اعتراضات قرآنی آیات پر اٹھائے ہیں یہاں تک کہ بعض حضرات نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ قرآن عربوں کے لیے نازل ہوا ہے اور محمد ﷺ عربوں کے نبی تھے نیز یہ کہ عرب کے بھی اس دور کے لیے قرآنی تعلیمات ہیں جب یہ نازل ہو رہا تھا اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن میں موجود اونٹ، ریگستان، کھجور، عربی ماحول کی دیگر اشیاء اس بات پر گواہ ہیں کہ یہ جزیرہ عرب کے بھی اسی دور کے لیے تھا آج کے دور سے اس کو کوئی مطابقت نہیں۔

خواتین سے متعلق آیات کو موضوع بحث بنا کر مساوات مرد وزن پر بحث ہو رہی ہے۔ حقوق نسواں کے حوالے سے یہ اعتراضات اٹھائے جا رہے ہیں کہ عورت کے ساتھ قرآن نے زیادتی کی ہے اس کو محکوم رکھا ہے اس کو کم تر گردانا گیا ہے اس کی حیثیت بھی آدھی رکھی گئی ہے اس کی گواہی و دیت اس پر دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ مساوات کا دور دور تک اسلام میں تصور بھی نہیں ہے حق طلاق مردوں کے پاس ہے عورت کو مرد کا مرہون منت اور رعیت بنا دیا گیا ہے مرد کو قوام بنا کر سارے اختیارات اسے دے دیے گئے، یہاں تک کہ مرد کو مارنے اور پیٹنے کا اختیار بھی دے دیا گیا ہے ایسے اعتراضات جو قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر اٹھائے گئے ہیں ان کا عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں یہاں جائزہ لیا گیا ہے۔

چناں چہ ان لوگوں کا شبہات یہ ہیں کہ قرآن نے عورت کو پردہ میں قید کر کے اس کی آزادی کی حق تلفی کی ہے اور حجاب میں یہ اعتراض لگاتے ہیں کہ یہ تو ایک اضافی مصیبت ہے جو عورت پر ڈال دی گئی ہے یہ رجعت پسندی اور پسماندگی کی دلیل ہے، اس سے عورت کی شخصیت کا پتہ ہی نہیں چلتا، پردہ تو دل کا ہوتا ہے، پرانے زمانے میں تو پردہ اور محرم کے ساتھ سفر شاید لازمی ہوتا ہوگا اس زمانے میں وہ حالات نہیں ہیں، حجاب سے آدھی معیشت معطل ہو جاتی ہے، معروف اور نامور خواتین مردوں کے شانہ بشانہ چلتی تھیں اور حجاب نہیں کرتی تھیں، پردہ تو عورت کے حقوق تلفی اور آزادی کی ضد ہے، عورت اور مرد میں مساوات ہونی چاہئے جو نہیں ہے، عورت پر مرد کو حکمران بنا کر مسلط کر دیا گیا ہے، عورت عقل اور دین میں مرد سے کم ہے، اسلام عورت کی تعلیم میں رکاوٹ ہے عورت کو کام سے معطل کر کے دنیا کی آدھی معیشت کو معطل کر دیا گیا ہے، اس طرح کے کئی اعتراضات مستشرقین نے اٹھائے ہیں جن کی ہاں میں ہاں ملانے والوں میں امت مسلمہ کے ایسے فرزند بھی شامل ہیں جو مغربی تعلیم یافتہ ہیں اور اپنے دین کے بارے میں یا قرآن وحدیث کے بارے میں سطحی علم بھی نہیں رکھتے ان میں سے بعض اعتراض ایسے ہیں جو براہ راست قرآن کی آیات اور احادیث ذکر کر کے لگائے جاتے ہیں جیسے تعدد زوجات حالانکہ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام سے پہلے تعدد زوجات جائز نہیں تھی؟ کیا اسلام نے اس کو بہتر نہیں کیا؟ اسلام نے اس لامحدود اجازت کو محدود نہیں کیا اور کیا کیا شرائط عائد کی ہیں اور تعدد زوجات بہتر ہے گرل فرینڈز جن کی کوئی تعداد محدود نہیں ہوتی۔ اسی طرح طلاق کے بارے میں اعتراض ہے کہ طلاق ہونی ہی نہیں چاہیے۔ حالا کہ اسلام نے طلاق کو بھی قانونی شکل دی ہے اور خواہ مخواہ شوہر سے لٹکے رہنے کی بجائے علیحدگی کی صورتیں نکالی ہیں۔ اسی طرح میراث پر اعتراض ہے کہ عورت کو نصف کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔ کیا اسلام سے پہلے عورت کو وراثت دی جاتی تھی، کیا ہر حال میں عورت کو نصف ہی کا حق دار قرار دیا گیا ہے مرد اور عورت کے حقوق اور فرائض ایک جیسے ہیں، مرد کو قرآن نے عورت کا نگران بنایا ہے، مرد کو مارنے کا اختیار دیا گیا ہے، عورت کو گواہی میں بھی مرد سے آدھا رکھا گیا ہے یہ اور اس طرح کے اعتراض لگا کر اسلام کو بدنام کرنے اور قرآن کو منزل من اللہ ہونے میں شک کو ترویج دی گئی ہے اور امت مسلمہ کا نام نہاد پڑھا لکھا طبقہ یا تو انگشت بدنداں ہے یا پھر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر کے خاموش ہو گیا ہے اور دشمنان اسلام کی فکری یلغار کے آگے ہتھیار ڈال چکا ہے۔ یہاں بطور خاص قرآنی آیات پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا علمی اور عقلی دلائل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ ایسے مسائل درج ذیل ہیں:

۱۔عورت کی گواہی کا مسئلہ

اس ضمن میں جس بات کو سب سے زیادہ اچھالا گیا ہے وہ عورت کی گواہی کا مسئلہ ہے۔ مغرب کا اعتراض یہ ہے کہ گواہی کے سلسلے میں عورت کو مرد کے برابر قرار نہیں دیا گیا وہ اس آیت کریمہ کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

"اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو

عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلائے گی"۔(۱۷)

یہ آیت کریمہ کاروباری لین دین کے تناظر میں نازل ہوئی ہے۔اور بالعموم بازاروں منڈیوں وغیرہ میں لین دین اور سوداگری مرد حضرات کرتے ہیں اور ہر شخص اپنے دائرۂ عمل میں زیادہ مہارت رکھتا ہے۔جیسا کہ اگر آپ کسی کریانہ کی دکان پر جائیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بیٹھا بل بنا رہا ہے وہ اس قدر تیزی سے لکھتا ہے کہ اپنی تحریر وہ خود بھی شاید ہی پڑھ سکتا ہو۔ ہر چیز کا حساب اور قیمت لکھ کر فوراً جمع کر ڈالتا ہے۔اگر آپ اس کی تعلیم کے بارے میں معلوم کریں تو شاید صرف لکھنا پڑھنا جانتا ہوگا۔کسی حساب میں اس نے ماسٹر نہیں کیا ہوتا اسی طرح کھیتی باڑی والے کو اپنے معاملات از بر ہوتے ہیں۔ چونکہ خاتون کا دائرۂ عمل بالعموم سوداگری یا لین دین نہیں ہے اس لیے اس کے بھولنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے کہ کتنا مال لیا تھا،کس کو دیا،کب واپس کرنا ہے وغیرہ اس کے برعکس اگر گھر کا معاملہ ہو کھانے پینے کی اشیاء، برتن کپڑے دیگر امور عورت کو اس قدر از بر ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں کسی بھی سوال کا فوراً جواب دیدیتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو جذباتی ،ہمدرد اور حساس پیدا کیا ہے۔کسی بھی واقعہ کو دیکھ کر فوراً جذباتی ہو جانا عورت کی جبلت میں شامل ہے۔ جیسے حادثہ،خون خرابہ لڑائی وغیرہ دیکھنے سے عورت مرد سے زیادہ متاثر ہوتی ہے اس لیے فوجداری مقدمات میں عورت کی گواہی کو آدھا بھی نہیں رکھا گیا ہے' جہاں تک عورت کے مخصوص معاملات ہیں تو ان میں عورت کو مرد سے بھی زیادہ اختیارات دیے گئے ہیں ،جیسے عورتوں کے مخصوص مسائل و معاملات ،ولادت ،رضاعت وغیرہ ان امور میں عورت کی گواہی بھی کافی سمجھی گئی ہے۔جیسا کہ حضرت عقبہ بن حارث کے واقعہ میں ہے۔عقبہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے ابو اھاب کی بیٹی سے نکاح کیا تو میرے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی میں نے تمہیں اور جس خاتون سے تم نے شادی کی ہے،دونوں کو دودھ پلایا ہے،عقبہ کہتے ہیں میں نے کہا مجھے اس بات کی کوئی خبر نہیں کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ نہ تم نے بتایا تھا۔اس کے بعد عقبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہہ دیا گیا تو پھر ٹھیک ہے۔اس طرح عقبہ نے بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس نے کسی اور سے نکاح کر لیا(۱۸) الغرض عورت کی گواہی کی درج ذیل اقسام ہیں۔

۱۔حدود وفوجداری مقدمات میں گواہی

حدود وفوجداری مقدمات میں بالعموم عورت کی گواہی بالکل نہیں لی جاتی اس لیے کہ لڑائی جھگڑا خون خرابہ اور قتل و غارت جیسے واقعات اور ان کے مقدمات عورت کے لیے برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے۔اور اس کے لیے جذبات کی رو میں بہہ کر گواہی کے تقاضے پورے کرنا مشکل ہوتا ہے۔دور حاضر کے نامور علماء جیسے علامہ یوسف القرضاوی ،ڈاکٹر سعاد صالح پروفیسر جامعہ ازہر، ڈاکٹر حسین بن عبد العزیز آل الشیخ خطیب مسجد نبوی ،اور ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ڈاکٹر مصفطی السباعی لکھتے ہیں:"بیشتر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ فوجداری معاملات میں عورتوں کی گواہی

قبول نہیں ہوگی''۔(۱۹)

ڈاکٹر حسین بن عبد العزیز آل الشیخ خطیب مسجد نبوی، کہتے ہیں: ''فوجداری معاملات میں اسلام نے عورت کو گواہی سے رخصت دی ہے کیونکہ وہ خون خرابہ اور قتل و غارت جیسے مناظر دیکھنے کی سکت نہیں رکھتی اور گہرائی سے اس پر نظر رکھنا مشکل ہوتا ہے''۔(۲۰) پھر قرآن نے زنا جیسے مقدمہ میں چار مرد گواہوں کی شرط لگائی ہے، اور چار مرد گواہوں کی قید نہ صرف ابو الحسن المرغینانی نے لگائی ہے بلکہ جمہور مفسرین کی رائے بھی یہی ہے علامہ طبری(۲۱)، القطان (۲۲) اور الشنقیطی (۲۳) اور دیگر مفسرین نے صراحت سے مرد کی قید لگائی ہے اور پھر آیت میں صراحت کے ساتھ اربعۃ منکم کا لفظ وارد ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار شخصوں کی شہادت لو اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کی موت ان کا کام تمام کردے یا اللہ ان کے لیے کوئی اور سبیل (پیدا) کردے۔(۲۴)

علامہ ابو بکر کاسانی نے بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع فصل فی شرائط رکن الشہادۃ صفحہ ۲۶۳ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ''حدود اور قصاص میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی''۔(۲۵) اسی طرح انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ علامہ ابن حزم کی رائے ہے کہ زنا کے معاملہ میں صرف عورتوں کی گواہی بھی جائز ہے جبکہ امام شافعی، ابن العربی قرطبی اور ابن المنذر کا موقف اس کے خلاف ہے، حدود پر عورتوں کی گواہی سے متعلق واضح دلیل ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ انہوں نے زہری سے بیان کی ہے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر دونوں خلفاء راشدین اور ان کے بعد تک یہ طریقہ رہا کہ حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں''۔(۲۶) اسی طرح ایک اور روایت بیان کرتے ہیں: ''طلاق اور حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں''۔ ابن ابی شیبۃ ایک اور روایت بیان کرتے ہیں، عبد الرحیم بن سلیمان مجالد سے اور مجالد عامر سے روایت کرتے ہیں: ''حدود میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں''۔ الغرض ابن ابی شیبہ نے اپنے موقف کی تائید میں نو روایات بیان کی ہیں۔(۲۷)

ب۔ مالی لین دین اور تجارتی امور

دوسری قسم کی گواہی مالی لین دین اور تجارتی امور سے متعلق ہے ایسے معاملات میں عورت کی گواہی کو قرآن نے مرد کی گواہی سے آدھا قرار دیا ہے۔ فرمایا:

''اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کرلیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کو تم گواہ پسند کرو کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے گی تو دوسری اسے یاد دلائے گی''۔(۲۸)

ج۔لعان میں گواہی

تیسری قسم کی گواہی جس میں عورت اور مرد کی گواہی برابر ہے وہ لعان کا مقدمہ ہے۔جس میں زوجین کا ایک دوسرے پر الزام ہوتا ہے اور دونوں کی گواہی کو برابر شمار کیا جاتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

> ''اور جو لوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت یہ کہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک وہ سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت اور عورت سے سزا کو یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک یہ جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ یوں کہے کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو''۔(۲۹)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لعان کے معاملہ میں عورت اور مرد کی گواہی برابر ہے۔

د۔خواتین کے خاص امور

چوتھی گواہی ان خاص معاملات میں ہے جو خواتین سے متعلق ہوتے ہیں جیسے ولادت' رضاعت عورتوں کے خاص معاملات وغیرہ ان میں صرف عورت ہی کی گواہی قابلِ قبول ہے اور مرد کی گواہی نہیں لی جائے گی۔جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت اہاب بن حارث کے نکاح کا معاملہ ہے(۳۰)

ھ۔علمی روایت میں عورت کی گواہی

ایک سب سے بڑی گواہی جس پر شریعتِ اسلامی کی بنیاد قائم ہے اس میں بھی عورت اور مرد کی گواہی برابر ہے اور وہ روایتِ حدیث اور شریعت اسلامیہ کے اصول وقواعد ہیں۔اس بات پر علما کا اتفاق ہے کہ راوی کی شرائط پر پورا اترنے والی خاتون راوی کی بھی وہی حیثیت ہے جو مرد راوی کی ہے۔چودہ صدیوں سے علماء کرام خواتین سے روایت لے رہے ہیں۔خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ روایت کرنے والوں میں شامل ہیں۔اسی طرح دیگر علوم وفنون میں مہارت رکھنے والی خواتین کی آراء بھی اہل علم کے ہاں مردوں کے برابر شمار ہوتی ہیں۔

جہاں تک آدھی گواہی کے اعتراض کا تعلق ہے تو یہ مخصوص معاملات میں ہے۔اگر عدالت میں کوئی کیس چل رہا ہو اور جرح کے دوران میں خواتین وحضرات بطور گواہ پیش ہوں تو قاضی یا جج کسی عورت کی دلیل کو یہ کہہ کر رد نہیں کرے گا کہ ایک خاتون ہے بلکہ اس کی بات کو اتنا ہی وزن دیا جائے گا جتنا ایک مرد کی بات کو دیا جاتا ہے۔اصل بات دلیل اور بینہ ہے نہ کہ جنس اور مذکر اور مونث۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدق' امانت دیانت' عدل تقویٰ میں عورت اور مرد برابر ہیں۔اب جو لوگ قرآن پاک کی اس آیت پر اعتراض کرتے ہیں وہ ایک تو قرآن کی آیت کو سمجھ نہیں سکے دوسرا یہ کہ انہوں نے اسلام کے قانونِ شہادت کا بغور مطالعہ نہیں کیا تاکہ پتہ چل سکے کہ شہادت کی کتنی اقسام ہیں اور کن مقامات پر شہادت کا کیا معیار ہونا چاہیے۔

۲۔عورت کا نصف حق وراثت

ایک اعتراض یہ اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن نے عورت کو وراثت میں نصف حصہ کا حق دار ٹھہرایا ہے۔

یہ اعتراض آج کے دور میں ہی نہیں بلکہ نزول قرآن کے وقت بھی اٹھایا گیا تھا حالانکہ قبل از اسلام عورت کو نہ صرف یہ کہ وراثت سے حصہ نہیں ملتا تھا بلکہ عورت خود ایک مال تھا جو وراثت میں تقسیم ہوتا تھا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ عورت کے حصے پر اعتراض کی بنا پر یہ آیت نازل ہوئی تھی:

''اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو، مردوں کو ان کے کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے''۔(۳۱)

وراثت کے حصے خود قرآن نے مقرر کیے ہیں۔اور ایک عمومی حکم کے مطابق بیٹے کا حصہ بیٹی سے دوگنا ہے۔تاہم بعض حالات میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہوتا ہے حتیٰ کہ بعض اوقات عورت مرد کی نسبت زیادہ حصہ لے جاتی ہے۔جیسے اگر مرنے والے کے ماں باپ زندہ ہوں اور اولاد اور بیوی بھی ہو تو ماں باپ دونوں کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔فرمایا:

''اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ''۔(۳۲)

''اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا حصہ نصف''۔(۳۳)

اگر ایک لڑکی ہو تو نصف حصہ اس کا ہے۔یعنی اگر وراثت کے ۲۴ حصے کر دیئے جائیں تو بارہ حصوں کی مالک بیٹی ہو گی۔(۳۴)

اگر صرف اس آیت: ''اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے''۔(۳۵) کو لیا جائے تو بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ قرآن نے عورت کے ساتھ زیادتی کی ہے لیکن عقل و خرد رکھنے والے اس اعتراض کو کوئی وزن نہیں دیتے۔اس لیے کہ مرد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاندان کا کفیل بنایا ہے۔عورت کے ذمہ کسی کا نان نفقہ نہیں ہوتا۔اسے معاشی ذمہ داریوں سے آزاد رکھا گیا ہے یہاں تک کہ مرد جوان ہوتا ہے تو والدین کا سہارا بنتا ہے' اپنی شادی کے اخراجات برداشت کرتا ہے' چھوٹے بہن بھائی ہوں تو ان کی ذمہ داری ہوتی ہے' مہر کی رقم ادا کرتا ہے' شادی کے بعد بیوی بچوں کی کفالت کا ذمہ دار ہوتا ہے اس کے برعکس عورت پر کسی کا نان نفقہ واجب نہیں۔وہ معاشی طور پر آسودہ ہو' غنی ہو' تاجر ہو' اچھی آمدن رکھتی ہو اس کے باوجود اس کی ذمہ داری نہیں کہ کسی کا معاشی بوجھ اٹھائے۔وہ بطور بیٹی والد کی کفالت میں ہوتی ہے۔بطور بہن بھائی اس کی کفالت کرتا ہے۔بطور بیوی شوہر پر اس کا خرچ لازم ہے۔مہر وصداق کی رقم کی تنہا مالک ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اسے جو نصف مال وراثت میں ملتا ہے وہ درحقیقت اس مال سے کہیں زیادہ ہے جو مرد کو دیا جاتا ہے۔اس لیے کہ مرد تو اسے خرچ کر ڈالے گا جبکہ عورت کا مال اگر کاروبار میں لگ جائے تو بڑھتا ہی چلا

جائے گا اور کسی جگہ وہ مال خرچ کرنے پر مجبور بھی نہیں ہو گی الا یہ کہ اپنی مرضی سے خرچ کرے۔آج کے دور میں بعض خواتین یہ دلیل دیتی ہیں کہ وہ خود کام کرتی ہیں گھر پر خرچ کرتی ہیں' شوہر کا ہاتھ بٹاتی ہیں اس لیے مذکورہ بالا آیت کا حکم سابقہ زمانے کے لیے تو درست ہوسکتا ہے آج کے لیے نہیں۔شریعت اسلامی قیامت تک کے لیے ہے۔ایسی کوئی شرط جو شریعت کے اصولوں کے منافی ہو قابل قبول نہیں، چاہے شادی کے وقت میاں بیوی معاہدہ کرلیں کہ دونوں مل جل کر خرچ چلائیں گے تب بھی بیوی بچوں کا نان نفقہ شوہر کے فرائض میں شامل ہے۔فرانس برطانیہ اور امریکہ کے بعض عائلی قوانین ایسے ہیں جن میں زوجین کو مشترکہ طور پر نان نفقہ کا پابند کیا جاتا ہے۔اسلام میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

وراثت کی طرح اسلامی شریعت پر عورت کی دیت کے حوالے سے جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ عورت کو آدھی دیت کا حق دار قرار دے کر اس کی توہین کی گئی ہے اگرچہ یہ حکم قرآن میں مذکر نہیں ہے اور نہ متقدم محدثین نے کوئی ایسی روایت بیان کی ہے جس پر اعتراض کیا جاسکتا ہو البتہ جمہور علماء کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ عورت کی دیت آدھی ہے اور متقدم فقہاء کے درمیان بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے مصنف میں موقوف روایت نقل کی ہے کہ دیۃ المراۃ مثل دیۃ الرجل (۳۶) اسی طرح بیہقی نے سنن میں حضرت معاذ بن جبل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیۃ المرۃ علے النصف من دیۃ الرجل (۳۷) امام بیہقی پانچویں صدی ہجری میں (۴۵۸ھ) میں اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔لیکن اعتراض کا تعلق چونکہ عورت کی اہانت سے ہے جس کا براہ راست تعلق مسئلہ میراث سے بھی ہے۔اور میراث اور دیت میں حکمت پسماندگان کو مالی منفعت دینا ہے (۳۸)

۳۔تعدد ازواج

ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن نے مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا اختیار دیا ہے یہ بات انسانی مساوات کے منافی ہے اور اس طرح ایک گھر مسائل کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔لڑائی جھگڑے اور فساد ہوتے ہیں میاں بیوی کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔اس اعتراض کے جواب میں یہ بات پیش نظر رکھنا چاہیے کہ دنیا میں مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر نہیں ہوتی، بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ عموماً مرد تعداد میں کم ہی رہے ہیں۔اس لیے کہ مردوں کا دائرہ کار گھر سے باہر ہوتا ہے، مشکل کام کرتے ہیں، خطرات میں رہتے ہیں' جنگوں میں کام آتے ہیں۔پیدائش کی شرح کے لحاظ سے بھی مرد کم ہی ہوتے ہیں اس لیے یہ ممکن نہیں کہ ہر ایک مرد کے لیے ایک عورت رکھ دی جائے۔اسے عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی۔اور پھر قرآن نے مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی محض اجازت دی ہے نہ کہ حکم دیا ہے اور یہ اجازت بھی ایسی کڑی شرائط سے مشروط ہے جن پر پورا اترنا ہر انسان کے بس میں نہیں ہے یہ عمل نہ فرض ہے نہ واجب ہے۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد جرمنی میں عورتوں کی تعداد مردوں سے کہیں بڑھ گئی تھی جس کے نتیجے میں جرمنوں نے مسلمان دانشوروں سے رابطے کر کے تعدد ازواج کے بارے میں مشورے بھی کیے۔برطانیہ' امریکہ' فرانس میں بھی اس

وقت عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔شمالی یورپ میں عام حالات میں عورتوں اور مردوں کی نسبت ۱/۴ تک ہے اور ہر پیدا ہونے والا بچہ تین یا چار بچیوں کے بعد پیدا ہورہا ہے۔یہ رپورٹیں آئے روز سامنے آرہی ہیں جن کی وجہ سے یورپ میں بطور خاص بے راہ روی، اباحیت، خاندانی زندگی کا خاتمہ اور بے چینی وبا کی طرح پھیل رہی ہے۔

اس عددی نسبت کے ہوتے ہوئے ایک سے زیادہ شادیاں کرنے پر پابندی لگانے کا لازمی نتیجہ یہی نکلے گا کہ عورت در بدر ہوگی، اس کا کوئی وارث نہیں بنے گا۔اگر عورت بے اولاد ہے تو مرد اسے طلاق دینے پر مجبور ہوتا ہے تاکہ دوسری شادی کرے۔اگر وہ بیمار ہے تو کوئی اس کا پرسان حال نہیں ہوتا۔اگر تعدد ازوج کی اجازت ہو تو بے اولاد اور بیمار عورت کا ٹھکانا موجود رہتا ہے، وہ عزت سے شوہر کے گھر آباد رہتی ہے۔

دور حاضر کے معروف مفسر فقیہ عالم اور جامعہ ام القری کے پروفیسر علامہ محمد علی صابونی کہتے ہیں کہ مسئلہ تعدد ازوج کوئی نئی شریعت نہیں ہے بلکہ یہ زندگی کی ضروریات میں سے ایک ضرورت ہے۔اسلام سے پہلے تعدد ازوج کا سلسلہ بلا حدود وقیود چل رہا تھا۔قرآن نے آکر اس سلسلے کو مربوط ومنظّم کیا اور اس کو بعض بیماریوں کا علاج اور بعض معاشرتی مسائل کا حل قرار دیا۔حقیقت یہ ہے کہ تعدد ازوج کا قانون شریعت اسلامی کا خاصا ہے۔یہ ایسا مسئلہ ہے جس سے دنیا کے بیشتر معاشروں کو سابقہ پڑا ہے اور کوئی اس کو حل نہیں کرسکا۔معاشرہ تو ایک ترازو کی طرح ہوتا ہے اور ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہونے سے عدل قائم ہوتا ہے۔اگر توازن بگڑ جائے تو ہم کیا کرسکتے ہیں؟ اگر عورتوں کی تعداد بڑھ جائے تو کیا انہیں زوجیت کی نعمت سے محروم کردیا جائے؟ انہیں ماں بننے سے محروم کیا جائے؟ یورپ میں ایک بیوی کا قانون ہے لیکن مرد کو اختیار ہے کہ وہ سیکڑوں لڑکیوں سے ناجائز تعلق بنالے۔والدین اپنی بچی کو boyfriend کے ساتھ دیکھ کر نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ اس غیر قانونی رشتے پر فخر کرتے ہیں۔لیکن اس طرح کا تعلق کسی بھی لمحے ختم ہوجاتا ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ حلال طریقہ منع ہے اور حرام تعدد ازواج پر کوئی پابندی نہیں ہے۔(۳۹)

عالم اسلام کے نامور دانشور علامہ محمد رشید رضا نے تعدد زوجات پر تفصیل سے بحث کی ہے اور فرانس جرمنی اور برطانیہ کی مثالیں دے کر وضاحت کی ہے کہ تعدد زوجات ایک نعمت ہے جس کی عدم موجوگی کی بنا پر یہ قومیں اخلاقی طور پر تباہ و برباد ہورہی ہیں۔ایک جگہ لکھتے ہیں" اگر تعدد زوجات سے فساد پھیل رہا ہو، اس کے نقصانات بڑھ رہے ہوں، اسلامی حکومت قائم ہو اور حاکم کو معلوم ہوجائے کہ مرد عدل کی شرط کی پابندی نہیں کررہے تو حاکم کو اجازت ہے کہ ایسے مباح کام کو روک دے، جس سے فساد پھیلتا ہو۔جب تک کہ اس کے منفی اثرات ختم نہ ہوں اسے منع کردے، جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ چور پر حد جاری کرنے سے منع کردیا تھا"۔(۴۰) دور حاضر کے متعدد علماء کرام نے اس موضوع پر لکھا ہے جن میں عالم عرب کے معروف سکالرز سرفہرست ہیں۔

۴۔عورت کو سزا دینا

قرآن کریم میں سزا کے لیے ضرب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔دور جہالت میں عورت مرد کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، وراثت میں تقسیم ہو جاتی تھی، زندہ درگور ہوتی تھی، اسے قتل کرنا مرد اپنا حق سمجھتا تھا۔اس تناظر میں اگر ضرب کے لفظ پر غور کیا جائے تو مفہوم واضح ہو سکتا ہے۔اس موضوع کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس آیت کو بغور سمجھا جائے جس میں ضرب کا لفظ آیا ہے اور اس موضوع پر وارد ہونے والی احادیث کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مرد عورتوں پر حاکم (سرپرست) ہیں اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ مردوں کے حکم پر چلتی ہیں اور ان کے پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں (مال وآبرو) کی خبرداری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی (اور بدخوئی) کرنے لگی ہیں تو ان کو سمجھاؤ (اور اگر نہ سمجھیں تو) پھر ان کے پاس سونا ترک کر دو (یا پھر ان کو ان کے بستروں میں تنہا چھوڑ دو) اور اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو انہیں مارو اور اگر فرماں بردار ہو جائیں تو ان کو مارنے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔بے شک اللہ سب سے اعلیٰ اور جلیل القدر ہے"۔(۴۱)

اس بات کی وضاحت ترمذی شریف میں بیان کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے۔آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: خبردار عورتوں کے ساتھ بھلائی اور حسنِ سلوک کا رویہ رکھو بے شک وہ تمہارے پاس رہتی ہیں اس کے علاوہ تمہیں ان پر کوئی اختیار نہیں ہے کہ وہ واضح بے حیائی کا ارتکاب کریں اگر وہ ایسا کریں تو ان کو خواب گاہوں سے علیحدہ کر دو، اگر باز نہ آئیں تو اس طرح مارو کہ تشدد نہ ہو اور اگر وہ فرمانبردار ہو جائیں تو ان کو تنگ کرنے کے بہانے مت ڈھونڈو۔خبردار تمہارا تمہاری عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمہاری خواب گاہوں میں ان لوگوں نہ آنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ان لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ دیں جو تمہارے ہاں ناپسندیدہ ہوں اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ان کو اچھا لباس اور اچھا کھانا دو۔(۴۲)

حقوقِ نسواں کے نام نہاد نمائندے اس آیت میں موجود لفظ ضرب کو نشان زدہ کر کے قرآن کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔حالانکہ پوری آیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے صالح وفاشعار نیک خواتین کی تعریف فرمائی اور پھر ایسی خواتین کا تذکرہ ہے جو سرکشی پر اتر آئیں اور ان کو نصیحت بھی کام نہ آئے۔پھر ان کو علیحدہ رکھنے سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو اس کے بعد ایسی سزا دی جائے جو غیر مبرح ہو یعنی اس میں تشدد کا عنصر شامل نہ ہو(۴۳)۔

حدیث شریف میں ہے:"اگر وہ سرکشی سے باز نہ آئیں تو ان کو خواب گاہوں سے دور کر دو اور اگر پھر بھ باز نہ آئی تو ان کو ایسی سزا دو جو شدید نہ ہو اور اگر وہ اطاعت گزار ہو جائیں تو ان پر زیادتی کرنے کے بہانے نہ ڈھونڈو"۔(۴۴)

حدیث میں غیر مبرح کا لفظ آیا ہے۔اس سے مراد ایسی سزا ہے جو نہ شدید ہو نہ شاق ہو ایسی ہلکی مار ہو جیسے کوئی چھوٹی سی چھڑی، مسواک وغیرہ سے اس کی سرزنش کی جائے۔مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس پر تدریج کے ساتھ عمل ہو گا پہلے نصیحت پھر ہجر پھر سرزنش اور پھر ہلکی سزا اور باز آ جانے کی صورت میں اس کے ساتھ احسان کرنا ہو گا۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر عورت سرکش نہیں ہوتی' بدتمیز یا خودسر نہیں ہوتی بلکہ شاید ہزار میں سے ایک عورت ایسی ہو گی جس کے شوہر کے ساتھ نزاع کی کیفیت اس حد تک پہنچے کہ مار پٹائی کی نوبت آ جائے۔اب اس بات کو بنیاد بنا کر آیاتِ قرآنی پر اعتراض کرنا سراسر کوتاہیِ دانش وعقل ہے یا اسلام دشمنی۔

دنیا میں یہ اصول کارفرما ہے کہ اگر کوئی فرد نصیحت سے باز نہ آئے اور معاشرے کے لیے خطرہ بن رہا ہو تو اس کو کڑی سے کڑی سزا دی جاتی ہے'اس کو ملک بدر کیا جاتا ہے' قید کیا جاتا ہے۔والدین خود اپنے جگر گوشوں کو سزا دیتے ہیں' حکومتیں اپنی رعایا کو سزا دیتی ہیں تا کہ معاملات مزید الجھاؤ کا شکار نہ ہوں بلکہ آج دنیا کا جو نقشہ بنا ہوا ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری مسلمان ممالک پر چڑھ دوڑے ہیں۔عراق وافغانستان کے بعد اب پاکستان خاک وخون ہونے جا رہا ہے یہ سب بھی ان کی نظر میں سزا برائے اصلاح ہے۔وہ تو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عوام کو ظالموں سے آزاد کراتے ہیں۔کیا شہروں کے شہر تباہ کرنا زیادہ خطرناک ہے یا کسی خاتون کو بری عادتوں سے باز رکھنے کے لیے ہلکی سزا دینا؟

اس آیت میں مذکور ضرب کا مقصد غصہ بجھانا نہیں بلکہ اصلاح اور علاج ہے اور پھر جس کو سزا دی جارہی ہے وہ "ناشز" یعنی سرکش ہے۔اس کو نصیحت کام آئی نہ علیحدگی تو پھر ہلکی سزا محض اس لیے دی گئی تا کہ طلاق جیسی مصیبت سے بچا جا سکے۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اس ضرب کے حکم سے مرد اور عورت میں مساوات ختم ہو جاتی ہے۔ایک تحقیق کے مطابق امریکہ میں جہاں مساوات کا قانون ہے سب سے زیادہ عورتوں پر ظلم ہوتا ہے اور ۷۹ فیصد مرد ایسے ہیں جو عورتوں کو شدید سزا دیتے ہیں اور ساٹھ لاکھ تک خواتین ایسی ہیں جنہیں ۱۹۸۷ء کی رپورٹ کے مطابق مردوں کی طرف سے ہونے والے ظلم کی رپورٹیں درج کراتے ہوئے پایا گیا۔(۴۵)

۵۔طلاق کا اختیار

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ مرد کو حقِ طلاق دے کر عورت اور مرد کی مساوات پر قدغن لگائی گئی ہے جس کی وجہ سے گھر تباہ ہو رہے ہیں، خاندانی زندگی متاثر ہو رہی ہے اور مرد جیسے چاہتا ہے عورت کو ذلیل کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ طلاق کا نظام اسلام سے پہلے بھی رائج تھا۔تمام مذاہب میں طلاق کا بے مہار سلسلہ چلتا تھا۔اسلام نے طلاق کو مربوط منظم اور قواعد وضوابط کا پابند کیا۔مغرب میں کلیسا کے اندھے قانون نے طلاق کو حرام قرار دیا اور زوجین کے لیے لازمی قرار پایا کہ ہمیشہ اکٹھے رہیں۔اس غیر فطری قانون کی وجہ سے معاشرہ انتہائی مشکلات کا شکار ہو گیا اور یورپ اور امریکہ کے دانشوروں نے مل کر کلیسا کے فیصلے کے خلاف یہ حل نکالا کہ جو جوڑے اکٹھے نہیں رہ سکتے ان کو علیحدگی کا اختیار

دیا جائے۔ گویا مرد اور عورت دونوں کو طلاق دینے کا اختیار دے دیا گیا۔ اس فیصلے کے فوراً بعد ۶۰ کی دھائی میں ہر چوتھے جوڑے نے طلاق کے ذریعے سے ایک دوسرے سے رہائی حاصل کی۔ جبکہ ایک سروے کے مطابق ۱۹۷۸ء میں امریکہ میں طلاق کا تناسب ۴۰ فیصد تھا جبکہ سوئٹزرلینڈ میں ۶۰ فیصد اور جرمنی میں تیس فیصد تھا۔ دیگر مغربی ممالک میں یہ تناسب ۵۸ فیصد تک پہنچ گیا۔(46)

جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ اسلام میں مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے اور عورت کو اس سے محروم رکھا گیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کا عائلی نظام تمام اصول وقواعد کی وضاحت کرتا ہے لیکن کسی خطہ زمین پر اس پر درست عمل نہ کرنا وہاں کے مسلمانوں کی کمزوری ہے۔ طلاق دراصل اس بیماری کا آخری علاج ہے جس کے لیے دیگر تمام علاج ناکام ہو جائیں اور آخری علاج کے طور پر رشتہ ازدواجیت ختم کیا جاتا ہے۔ طلاق میں سو فیصد مرد اپنی مرضی نہیں استعمال کرتا بلکہ اس کی متعدد قسمیں ہیں۔ بعض اوقات میاں بیوی باہمی مشورہ سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بعض اوقات مرد اپنی مرضی استعمال کرتا ہے اور بعض اوقات عورت کی مرضی سے طلاق ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسلام نے مرد کے اختیارات کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی علیحدگی کا اختیار دیا ہے۔

جہاں تک مرد کے اختیارِ طلاق کا تعلق ہے تو جب مرد طلاق دیتا ہے تو اس پر مالی ذمہ داریاں بھی پڑتی ہیں۔ وہ عورت کو عدت کا نان نفقہ دینے کا پابند ہے۔ حاملہ ہونے کی صورت میں مزید اخراجات دینا ہوتے ہیں۔ مہر کی رقم بھی عورت کے پاس رہتی ہے۔ اگر عورت کی طرف سے کوئی زیادتی نہ ہوئی اور عورت کی طرف سے طلاق کا مطالبہ ہو تو عدالت کے ذریعے سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ اگر شوہر کی طرف سے کوئی زیادتی ہو تو عدلت اس کا تدارک کرتی ہے۔ اور عورت علیحدگی ہی اختیار کرنا چاہے تو اس کو بذریعہ قاضی اختیار مل جاتا ہے۔(۴۷)

اس لحاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق کا حق تو مرد کے پاس ہوتا ہے لیکن عورت خلع کے ذریعے سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بے شک طلاق دینا اسی کا حق ہے جس نے نکاح کیا ہے''۔(۴۸) یہ حدیث ایک غلام اور لونڈی کے نکاح کے بارے میں ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ غلام کے مالک نے اپنے غلام کی شادی ایک لونڈی سے کرادی۔ اب مالک خود ہی ان دونوں میں علیحدگی کر رہا تھا تو غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا طلاق کا اختیار اسی کو ہے جس نے شادی کی ہے۔(۴۹) اور علماء کرام نے اس کے اسباب ذکر کیے ہیں ایک یہ کہ میاں بیوی کے خفیہ معاملات ہوتے ہیں جن کا اظہار مناسب نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ شاید اس کے اظہار میں خاتون کی بدنامی ہو' تیسرا یہ کہ بعض ایسے اسباب ہوتے ہیں جن کو ثابت کرنا مشکل ہوتا ہے۔ نہ تو ان پر جرح ہو سکتی ہے نہ گواہ اور نہ عدالت ہی کوئی فیصلہ کر سکتی ہے۔ راز کا افشا کرنا شریعتِ اسلامی میں ممنوع ہے۔ اس کے علاوہ مرد چونکہ مہر مؤجل، نفقہ، اجرت مالی، بچوں پرورش وغیرہ کے اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ ان

نقصانات کو پیش نظر رکھ کر طلاق دینے یا نہ دینے کا فیصلہ کرے۔علیحدگی کی نوبت آنے سے پہلے اتفاق کی تمام ممکنہ صورتوں تک پہنچنے کے لیے قرآن کی سورہ بقرہ اور سورۃ النساء میں جس قدر تفصیل سے ان احکام کو بیان کیا گیا ہے اس سے معاملے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔اگر معاملہ عدالت میں چلا جائے تو بدنامی ہوتی ہے' راز فاش ہوتے' معاملات مزید بگڑ جاتے ہیں اس لیے قرآن نے میاں بیوی کی علیحدگی کی صورت میں بھی ایسے مرحلے رکھے ہیں کہ جڑنے کی آخری امید برقرار رہے۔(۵۰) پہلے ایک طلاق دے کر تین ماہ کے لیے موقع دیا جاتا ہے تاکہ ملنے کی صورت ہو تو بہتر ورنہ دوسری طلاق کے بعد آخری موقع دیا جاتا ہے۔اور تیسری طلاق وہ کڑوی گولی ہوتی ہے جس کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔اسلام وہ واحد نظام ہے جس میں رجعت کا اصول پایا جاتا ہے تاکہ اگر تین ماہ کے عرصے میں بھی فریقین کو پتہ چل جائے کہ غلطی ہوئی تھی تو اس کی تلافی ہوسکے۔

اگر عورت اور مرد دونوں کو روزمرہ کے مسائل اور حالات کا سامنا کرتے ہوئے دیکھا جائے تو ایک سروے کے مطابق عورت مرد کی نسبت زیادہ جذباتی ہوتی ہے اور کسی بھی واقعہ' حادثہ یا حالات سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے۔جبکہ مرد کی طبعیت اس کے برعکس ہے اور وہ بہت دیر سے متاثر ہوتا ہے۔طلاق کے ضمن میں ایک مثال اسلامی ممالک میں سے تیونس کی ہے جہاں خواتین کو حکومت نے طلاق دینے کی اجازت دی اور اس کا محرک بھی مغربی مساوات ہی تھا۔ایک برس کے بعد رپورٹ آئی کہ طلاق کی شرح کئی گنا بڑھ گئی ہے اور طلاق دینے کی وجہ محض جذبات تھے کہ جب مرد نے کوئی سخت بات کہہ دی یا غلط رویے کا اظہار کیا تو خاتون کی جانب سے فوراً تین طلاقیں صادر ہوگئیں۔(۵۱)

اسلام نے مرد اور عورت کا جوڑا اس لیے بنایا ہے تاکہ دونوں ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اور اسی کے نشانات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف مائل ہوکر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کردی۔جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے ان باتوں میں نشانیاں ہیں''۔(۵۲)

یہ جوڑا اس لیے نہیں بنایا گیا کہ وہ ایک دوسرے کو طلاق دے کر فارغ ہو جائیں۔طلاق وہ انتہائی عمل ہے جو اسی وقت بروئے کار لایا جانا چاہیے جس کے بغیر اور راستہ نہ بچے۔اس لحاظ سے شریعت اسلامی کو امتیاز حاصل ہے کہ اس نے انسان کے ایسے مسائل کے حل کا بھی خیال رکھا ہے جن کی کبھی کبھار صرف کسی ناسور کو کاٹنے کے لیے ضرورت پڑسکتی ہے۔

۶۔مرد کی سرپرستی

قرآن کریم پر ایک اعتراض یہ ہے کہ اس میں مرد کو قوام (سرپرست۔حاکم) بنا دیا گیا ہے یہ عورت کی مساوات کے منافی ہے۔درحقیقت ایک گھر خاندان کنبہ وغیرہ معاشرے کی اکائی اور پہلا ادارہ ہے کئی کنبوں سے مل کر ایک محلّہ بنتا ہے

اور کئی محلوں سے مل کر ایک قریہ اور پھر ایک شہر بنتا ہے اور کئی شہروں سے مل کر ایک ملک بنتا ہے اس لحاظ سے قرآن نے مدنی اور معاشرتی زندگی کی اکائی کی رہنمائی اور ہدایت کے لیے احکام دے دئے ہیں اس دنیا میں کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے جس کا کوئی سربراہ نہ ہو اور وہ کامیاب ادارہ ثابت ہو سکے یا ایک ادارے کے دو سربراہ ہوں اور وہ کامیاب ہو سکے۔گھر بھی ایک ادارہ ہے اس ادارے کو چلانے کے لیے ایک نہ ایک سربراہ کا ہونا ضروری ہے اگر دو سربراہ ہوں گے تو یہ ادارہ جو معاشرے کی اکائی کہلاتا ہے تباہ ہو جائے گا۔خود اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی بادشاہی کے لیے اس اصول کو بیان فرمایا کہ اس میں دو الہ ہوتے تو یہ تباہ ہو جاتے۔فرمایا:''اگر زمین اور آسمان میں اللہ کے سوا اور الہ ہوتے تو یہ تباہ ہو جاتے''۔(۵۳)

اس لحاظ سے میاں بیوی اور بچوں پر مشتمل یہ ادارہ بھی اپنے نظام کو بہتر بنانے کے لیے ایک سربراہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اب اگر دو سربراہ یا سرپرست ہوں تو یہ ادارہ تباہ ہو جائے گا آئے روز ہم پڑھتے اور سنتے ہیں کہ فلاں میاں بیوی میں لڑائی ہوگئی فلاں نے طلاق دی،فلاں عدالت چلی گئی،فلاں نے آگ لگا دی،اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس انتہائی اہم ادارہ میں ہر دو ارکان اپنے آپ کو سربراہ سمجھ بیٹھتے ہیں اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ بچے متاثر ہوتے ہیں خاندان تباہ ہوتے ہیں نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دو برابر اختیارات رکھنے والے سربراہ کسی بھی ادارے کو تباہ کر دیتے ہیں۔(۵۴)

دور حاضر میں دنیا عرب کے معروف عالم و محقق اور مفسر شیخ احمد القطان لکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی ایک سربراہ کا تقاضا کرتی ہے تاکہ جب کوئی بھی اختلاف رائے پیدا ہو تو ہر ایک اپنی مرضی نہ کرتا پھرے کہ خاندان کا شیرازہ ہی بکھر جائے اس سربراہی کے لیے مرد ہی زیادہ حق دار ہے۔۔۔آگے لکھتے ہیں:اللہ نے عورت کو بھی وہی حقوق دیے ہیں جو مرد کو دیے ہیں عورت تو مردوں کے ہاں ایک مال تصور ہوتی تھی رومیوں نے عورت کو لونڈی بنا رکھا تھا جو محض مرد کی خدمت پر مامور تھی، تمام سابقہ قوموں میں عورت کو کوئی حق نہیں دیا جاتا تھا۔۔۔(۵۵)

جب ہم عورت اور مرد کی جبلت کا جائزہ لیتے ہیں تو مرد کے مقابلے میں عورت بالعموم جذبات سے فیصلہ کرتی ہے سوچ اور غور و فکر سے نہیں کرتی کسی حادثے کو دیکھ کر دل برداشتہ ہو جانا چیخنا چلانا اوسان خطا ہو جانا عورت کی جبلت میں شامل ہے۔جب کہ مرد عورت کے مقابلے میں تحمل مزاج ہوتا ہے واقعات و حالات کا بغور جائزہ لیتا ہے کوئی خطرناک واقعہ رونما ہو بھی جائے تو جذباتی نہیں ہوتا اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ذمہ داری اس فرد کی ہونی چاہیے جو غور و فکر اور سوچ بچار سے زیادہ کام لیتا ہے۔شیخ محمد قطب کہتے ہیں مرد اپنی غیر جذباتی اور فکری طبیعت ہونے کے ناطے کشمکش اور نزاع کے وقت اپنے اعصاب پر قابو رکھتا ہے اور نتائج و عواقب پر نظر رکھتا ہے اس لحاظ سے گھر کی سربراہی کے لیے زیادہ بہتر ہے بلکہ خود عورت ایسے مرد کو احترام کی نظر سے نہیں دیکھتی جو اسی کی باتیں مانتا رہے حاضر جناب کا رویہ اپنائے بالعموم عورت ایسے شوہر کو حقیر سمجھتی ہے اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتی۔(۵۶)

الرجال قوّامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم. (۵۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو قوام بنا کر ان پر ذمہ داری بھی ڈال دی ہے کہ نان نفقہ ان کے ذمہ ہے گھر کا نظام چلانا ان کی ذمہ داری ہے عورت پر، اس کی اولاد پر، اور دیگر مواقع پر اخراجات کا ذمہ دار بھی مرد ہے۔ یہاں مرد کی سربراہی کا یہ معنی نہیں ہے کہ جو چاہے کرتا پھرے بلکہ شریعت اسلامی کا امتیاز ہے کہ ہر شخص کو مشاورت کا پابند کیا گیا ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو حکم ہوتا ہے کہ معاملات میں ان کے ساتھ مشورہ کرلیا کرو "معاملات میں ان سے مشورہ کرلیا کرو"۔ (۵۸) حالانکہ آپ پر ہر مسئلہ کے بارے میں وحی نازل ہوتی تھی۔ گویا ایک فرد چاہے گھر کا سربراہ ہو یا سکول کا مسجد کا ذمہ دار ہو یا فیکٹری کا انچارج فوج کا سپہ سالار ہو یا ملک کا سربراہ ہو کسی بھی ذمہ داری پر ہو مشورہ کرنا اس کے لیے ضروری ہے۔ مرد کو سربراہ بنانے کے بعد اس پر کچھ شرائط اور پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں فرمایا: و عاشروھن بالمعروف (۵۹) اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے حق میں زیادہ بہتر ہے"۔ (۶۰)

عاشروھن کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ

۱۔ ان سے اچھے انداز میں مخاطب ہونا اچھا سلوک کرنا جیسے تم ان سے رویہ کی امید رکھتے ہو اسی طرح کا رویہ ان سے بھی رکھو (۶۱)

۲۔ نان نفقہ رہائش اچھا سلوک اچھی گفتگو خوش اخلاقی (۶۲)

۳۔ ان کا مہر نفقہ اور استحقاقات پورے ادا کرو ان سے بدسلوکی نہ کرو سخت کلامی نہ کرو ان کے علاوہ دوسری عورتوں کی طرف میلان نہ رکھو ان کو بلاوجہ برا بھلا نہ کہو وغیرہ۔

علماء کرام کے نزدیک سرپرستی اسی صورت میں درست ہوگی جب وہ یہ شرائط پوری کرے گا حدیث شریف میں آتا ہے استوصوا بالنساء خیراً، میں تمہیں عوتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ (۶۴) اور فرمایا: تم میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے اور تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اہل خانہ کے ساتھ بہتر رہے (۶۵) ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ "تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہتر رہے اور میں تم میں سے اپنے اہل خانہ کے ساتھ زیادہ بھلائی کرنے والا ہوں"۔ (۶۶)

قرآن وحدیث سے یہ چند شرائط ذکر کی گئی ہیں، علماء کرام نے اس موضوع پر مستقل مقالے اور کتب تحریر کی ہیں جن میں زوجین کے حقوق اور مرد کی ذمہ داریوں کی تفصیل دی گئی ہے۔

۷۔ عورت کو گھر میں بند کرنے سے آدھی معیشت معطل ہو جانا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جس طرح جاہلیت کے دنوں میں سج دھج کر نکلتی تھی اس طرح نہ نکلا کرو''۔(۶۷)

اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس میں عورت کو گھر میں بند کر کے دنیا کی آدھی معیشت کو بند کر دیا گیا ہے۔اس دنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی عورتوں پر مشتمل ہے اگر عورت کو بند کر دیا جائے تو معاشی استحصال شروع ہو جائے گا۔

اس اعتراض سے ظاہر ہوتا ہے کہ دور جدید کے خود ساختہ نظاموں میں انسان کو صرف اور صرف مادی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ دراصل دنیا میں رائج دو بڑے نظام اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی مادہ پرستی پر ہے ان نظاموں میں تاریخ کو بھی مادہ پرستی کی روشنی میں دیکھا جاتا ہے انسان کی عزت تکریم حقوق فرائض اخلاقیات اقدار وغیرہ کو مادہ ہی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، یورپ میں علم وٹیکنالوجی اور فیکٹریوں اور کارخانوں میں ترقی کے بعد عورت کو بھی مشین کا ایک پرزہ بنا کر اسی مشین میں فٹ کر دیا گیا ہے جس میں مردوں کو ڈالا گیا تھا۔گھر خاندان والدین، اولاد اور اقارب کا تصور مغرب میں بالکل ختم ہو گیا ہے نفسا نفسی میں ہر شخص اپنے پیٹ کی سوچتا ہے بوڑھے والدین کو old citizen houses میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔عورت اور مرد کو مادر پدر آزادی ہوتی ہے جنسی آزادی بھی یکساں ہے چاہے وہ مرد اور عورت شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ کسی مرد پر کسی عورت کا نان نفقہ نہیں ہے ہر کوئی اپنا کماتا ہے۔مردوں کو کم ہی اپنے بچوں کا علم ہوتا ہے۔اس طرح کے معاشرے میں پچاس فیصد آبادی کو کام سے معطل ہونے کا ڈر ہونا فطری بات ہے۔

درج بالا آیت میں قرن کا لفظ استعمال ہوا ہے ابن کثیر قرن کے بعد لکھتے ہیں: ''اپنے گھر میں ٹک کر رہو اور بلا ضرورت باہر نہ جاؤ''۔(۶۸) صاحب الکشاف نے اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کا مادہ قر راور قار دونوں بیان کیے ہیں(۶۹) جس سے مفہوم نکلتا ہے قرار پکڑو، ٹک کے رہو۔اور اگر وقار سے لیا جائے تو معنی ہو گا سکون سے رہو، چین سے بیٹھو۔ دونوں صورتوں میں آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ عورت کا دائرۂ عمل اس کا گھر ہے اس کو اسی دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں اور گھر سے باہر صرف بضرورت ہی نکلنا چاہیے۔اسلام نے عورت اور مرد کے میدان عمل ان کی بناوٹ جبلت اور صلاحیت کے لحاظ سے مختلف رکھے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو روزی کمانے اور جانوروں کی طرح محض پیٹ بھرنے کے لیے نہیں پیدا کیا بلکہ فرمایا: وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون(۷۰) ترجمہ: اور میں نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ میری بندگی کریں۔اس لحاظ سے اسلام کے تصور زندگی اور مغرب کے تصور زندگی میں بنیادی فرق ہے وہاں مادہ پرستی ہے اور یہاں اللہ کی عبادت ہے۔دوسری بات یہ کہ گھر معاشرے کا ابتدائی اور اہم ادارہ ہے اس ادارے کو چلانے کے لیے بھی ایک اہم فرد کی ضرورت ہوتی ہے۔نئی نسل کی تعمیر نوع کے لیے کسی مربی کی ضرورت ہوتی ہے جو خواتین وحضرات اپنے جگر گوشوں کو نوکروں نوکرانیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر مال بٹورنے اور دوسروں کی غلامی کرنے کے لیے نکل جاتے ہیں ان سے زیادہ شقی القلب کون ہو گا۔

نبیؐ کی احادیث اس آیت میں بیان کردہ معانی کو اور زیادہ واضح کر دیتی ہے۔ مسند بزار میں روایت ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ساری فضیلت تو مرد لوٹ لے گئے وہ جہاد کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ ہم کیا عمل کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر مل سکے؟ جواب میں فرمایا جو تم میں سے گھر میں بیٹھے گی (یا اس سے ملتی جلتی بات) وہ مجاہد فی سبیل اللہ کے عمل کو پالے گی (۷۱)۔ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے سید ابوالاعلی مودودی لکھتے ہیں ''مطلب یہ ہے کہ مجاہد دل جمعی کے ساتھ اسی وقت تو خدا کی راہ میں لڑ سکتا ہے جبکہ اسے اپنے گھر کی طرف سے پورا اطمینان ہو اس کی بیوی اس کے گھر اور بچوں کو سنبھالے بیٹھی ہو، اور اسے کوئی خطرہ اس امر کا نہ ہو کہ پیچھے وہ کوئی گل کھلا بیٹھے گی۔ یہ اطمینان جو عورت اسے فراہم کرے گی وہ گھر بیٹھے اس کے جہاد میں برابر کی حصہ دار ہوگی۔ (۷۲) امام ترمذی نے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے کہ: ''عورت پردہ میں رہنے کے قابل چیز ہے جب باہر نکلتی ہے شیطان اس پر نظر رکھتا ہے، اور اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب اپنے گھر میں ہو''۔ (۷۳)

چناں چہ اللہ تعالی خالق کائنات ہے اور وہ مرد اور عورت کی نفسیات اور جبلت کو خوب جانتا ہے کہ ان کا اختلاط ان کے حق میں بہتر ہے یا الگ الگ دائرۂ عمل میں کام کرنا۔ اس نے دونوں کے دائرۂ عمل کو جدا رکھا ہے اور جس طرز عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے وہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو کیونکہ تمہارا اصل کام گھر میں ہے۔ اب اگر اس قرآنی ہدایت پر اعتراض ہو کہ یہ آدھی انسانیت کو معطل کرنے کے مترادف ہے تو یہ مادہ پرست فلسفہ ونظریہ اور خود ساختہ نظاموں میں تو ہوسکتا ہے جن کے ہاں ہر چیز مادہ ہی کے تناظر میں دیکھی جاتی ہے جو لوگ مقصد پیدائش کو مال کمانا کھانا اور اسی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہوں آخرت پر ایمان نہ ہو وہ اس پر اعتراض کرسکتے ہیں۔

حقوق نسواں کی تنظیمیں

قرآن اور اسلام پر اعتراض کرنے میں جو لوگ مسلمانوں میں سے پیش پیش ہیں ان میں نمایاں حقوق نسواں کی ایسی تنظیمیں ہیں جو بظاہر عورتوں کے حقوق کے تحفظ کا علم لے کر اٹھی ہیں۔ اگر پورے عالم اسلام کا جائزہ لیا جائے تو ان تنظیموں میں ایسی خواتین شامل ہیں جو سراسر اسلام کے خلاف زندگی گزارنے میں فخر محسوس کرتی ہیں اسلام کو رجعت پسندی اور تخلف کا نام دیتی ہیں ان کا لباس پوشاک ان کی وضع قطع ان کا چال چلن ان کے شب وروز بالکل مشرقیت یا اسلام سے دور کے تعلق کو بھی ظاہر نہیں کرتے۔ مغربی ثقافت اور تہذیب ان کے اندر رچ بس چکی ہوتی ہے۔ گھر کی چار دیواری کو ایسی خواتین قید سے تعبیر کرتی ہیں۔ اپنے گھر کے مرد حضرات کو اپنا سربراہ نہیں سمجھتی ہیں لیکن ایسی خواتین کی تعداد اسلامی معاشروں میں اگر مشرق سے مغرب تک دیکھا جائے تو انگی پر گنی جاسکتی ہیں اور اسلامی معاشرے میں عورت اور مرد دونوں

مل کر زندگی گزارتے ہیں ہر ایک اپنے دائرہ کار میں کام کرتا ہے یہاں کوئی الجھن نہیں ہوتی اگر آپ پاکستان کی مثال لیں اشرافیہ کی گنی چنی خواتین کے علاوہ جنہوں نے مغربی تعلیمی اداروں میں تربیت پائی ہے ایک بھاری اکثریت اپنے گھروں میں نہ صرف آباد ہے بلکہ ان کو اس نظام پر فخر ہے جہاں عورت کی حفاظت کے لیے اس کا بھائی باپ بیٹا ماموں چچا جان تک دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، جہاں کوئی کسی کو کمتر نہیں سمجھتا جہاں سب کو تمام حقوق ملتے ہیں۔

مغرب زدہ نسوانی تنظیموں کی نمائندہ خواتین کی گفتگو ہمیشہ اسلامی قوانین کے کے خلاف گھومتی ہے کہ اسلام نے عورت کو گھر میں قید کر دیا ہے۔حالانکہ اسلام نے عورت کو گھر میں وہ ذمہ داری ہے کہ وہ گھر سے باہر کام کرنے والی نسل کی اولین تعلیم و تربیت کرتی ہے عورت کو اسلام نے تعلیم کے مواقع دیے کاروبار کے مواقع دیے اپنی رائے کے اظہار کے مواقع دیے بہن بیٹی ماں، بیوی خالہ پھوپھی وغیرہ جیسے پاکیزہ رشتے دیے اسلام میں اور مغرب میں اس لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے جہاں عورت کو محض ایک تسکین کا آلہ سمجھا جاتا ہے اور اس کے بعد اس کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے اسلام میں ماں گھر کی رونق اور شان ہوتی ہے لیکن مغرب میں جب وہ بوڑھی ہوتی ہے تو اسے اولڈ ہاؤس میں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جو خواتین اسلامی شعار اخلاقیات اقدار اور روایات کو جانتی ہیں کبھی بھی ایسی تنظیموں کی آلہ کار نہیں بنتیں یہی وجہ ہے کہ اسلامی ممالک میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص سوائے مغرب پرست میڈیا کے ایسی نام نہاد حقوق نسواں کی تنظیموں کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔صہیونی لابی کا اصل مقصد یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں ایسا زہر گھولا جائے کہ معاشرے میں دراڑیں پڑ جائیں خاندانی سسٹم تباہ ہو جائے عورت آزادی کے نام پر بے حیائی کی طرف چل پڑے بھائی اور باپ کا احترام ختم ہو جائے اباحیت بے راہ روی اور فحاشی عام ہو جائے عورت کو بازار کی رونق بنا دیا جائے۔

عالمی یہودی لابی اور ماسونیت نے صدیوں سے اسلام کے خلاف محاذ کھڑا کیا ہوا ہے ہر قسم کے دیگر اعتراضات کے علاوہ اب تو قرآن کی تذلیل اور اہانت کے ساتھ ساتھ خود توہین رسالت بھی ان کے میڈیا کا حصہ بنتی جا رہی ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر دیگر الزامات کے ساتھ ساتھ عورتوں پر ظلم کرنے کے الزام بھی لگ رہے ہیں اور اس موضوع پر ان کی نام نہاد تحقیقات سامنے آ رہی ہیں ماسونیت نے اب عورت کے موضوع کو اس قدر اچھال دیا ہے کہ مغرب پرستانہ اداروں میں پڑھنے والی مسلمان خواتین بھی اس پروپیگنڈے کے سیلاب میں بہہ رہی ہیں۔عورت کی آزادی اور حقوق کے نام پر یہود و نصاریٰ نے مغرب و مشرق میں ایک عرصہ سے شور اٹھا رکھا ہے، ۱۸۸۴ء میں مشرق کی عورت کے نام سے کتاب منظر عام پر آئی جس میں اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا گیا پردہ، اختلاط مرد و زن، طلاق، تعدد زوجات وغیرہ کے مسائل کو اچھالا گیا اس کتاب میں ایک عیسائی پادری فہمی نے مصری عورتوں کی غیر مسلموں سے شادی تک کو جائز قرار دلایا،(۴۷) ایک اور کتاب ۱۸۹۴ء میں سامنے آئی جس میں حجاب پر بہت طعن تشنیع کی گئی تھی یہ کتاب فرانسسی مصنف کونٹ ڈار کور نے لکھی، اس میں بھی اسلام پر بڑے حملے کیے گئے اور مصری عوام سے مطالبہ کیا گیا کہ پردہ اتار دو دنیا کو دیکھو پسماندگی کو چھوڑ

یہ پردہ دراصل عقل کا پردہ ہے۔عرب سے نامور دانشور خواتین وحضرات جو فرانس برطانیہ وغیرہ گئے واپس آ کر انہوں نے یہاں مغرب پرستی کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔اور آج تک عرب دنیا میں جو بے حیائی اور فحاشی دیکھنے میں آتی ہے وہ اسی ماسونیت سے متاثر مغرب زدہ طبقہ کی وجہ سے ہے جنہوں نے مغرب کی اسلام دشمن پالیسیوں کو من وعن قبول کر لیا ہے۔

چناں چہ ایسے خواتین وحضرات جن میں اسلامی ممالک کے نام نہاد ترقی پسند بھی شامل ہیں الہامی قوانین پر اعتراض کرتے ہیں اللہ کے عطاء کردہ نظام کو توڑنے پر فخر کرتے ہیں۔حالانکہ ان کو علم ہے کہ عورت نے مغرب میں اسی قسم کے آزادی حاصل کرنے کے بعد کیا کھویا اور کیا پایا کیا وہ عورت کھلونا بن کر نہیں رہ گئی ایک قابل فروخت چیز نہیں بن گئی اس کا نہ کوئی گھر ہے نہ ٹھکانا، خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہے بچے کو معلوم نہیں ہوتا میرا باپ کون ہے باپ کو علم نہیں ہوتا میرا بچا کونسا ہے۔مغرب میں عورت اب اپنے آپ کو مظلوم سمجھ رہی ہے وہاں کے معاشرے نے اسے سامانِ تعیش بنا کر چھوڑ دیا ہے۔

مغرب کے زہر آلود آوازوں میں سے ایک آواز گلاسٹن کی ہے جو کہتا ہے کہ مشرق میں اس وقت تک ترقی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہاں عورت کے چہرے سے کپڑا اتار کر قرآن پر نہیں ڈال دیا جاتا۔۔اسی طرح شراب وشباب ونشہ آور اشیاء فحاشی بے حیائی اور دیگر برے کاموں سے وہاں اسلام ختم ہوگا اور لوگ مغرب کے ہم نوا ہوں گے۔اس طرح برطانیہ کے بعد امریکہ اور یورپ نے عورتوں کی ترقی کے نام پر مغرب زدہ عورتوں کو ساتھ شامل کر کے عورت کو ایک طرف گھر سے باہر نکال دیا اور دوسری طرف ملکہ حسن کے مقابلے، فیشن شو، فلمیں ڈرامے، تھیٹر، کھیل تماشا، کشتی اور تیراکی جیسے میدانوں میں برہنہ کر کے لا کھڑا کیا ہے بیشتر اسلامی ممالک کی مسلم لڑکیاں ان مقابلوں میں شریک ہوتی ہیں۔

نتائج

زیرِ نظر مقالہ ایسے اعتراضات کے علمی جائزے پر مبنی ہے جو قرآنی آیات پر لگائے گئے ہیں اور دور حاضر میں مستشرقین، مغرب پرست اور روشن خیال مسلمان اور قرآنی آیات اور تعلیمات سے لاعلم سادہ لو مسلمان ان آیات کو عدل کے منافی سمجھتے ہیں۔

* بحیثیت مسلمان کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ قرآنی آیات پر شک کرے کہ یہ مبنی برحق نہیں ہیں
* غیر مسلموں کو علمی جواب دینے کے لیے عقلی ونقلی دلائل اور خود ان کے لٹریچر اور معاشرے سے عورت کے مسائل پر بحث کی گئی ہے۔
* قرآنی آیات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عورت اور مرد میں مساوات ہے بلکہ قرآن نے مرد کو عورت کا نگران بنایا ہے۔
* احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نگرانی اور سرپرستی کی شرائط ہیں جن کو پورا کرنا مرد پر لازم ہے۔
* اللہ تبارک وتعالے نے مرد اور عورت کو بحیثیت بشر یکساں طبیعت اور فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور دونوں پر عبادات فرض ہیں دونوں کو جرم کی ارتکاب پر سزا برابر ملتی ہے۔عورت کا میدان عمل مرد سے جدا ہے۔

* معیشت کی تمام تر ذمہ داری مرد پر ہے، عورت اپنی مرضی سے کاروبار کرنے میں آزاد ہے
* عورت اپنی ساخت بناوٹ اور میدان عمل کے لحاظ سے مرد سے مختلف ہے
* بعض معاملات میں عورت کی گواہی آدھی ہوتی ہے اور بعض معاملات میں مرد کے برابر ہوتی ہے اور بعض معاملات میں گواہی سرے سے نہیں لی جاتی ایسے معاملات بھی ہیں کہ عورت کی گواہی لی جاتی ہے، لیکن مرد کی گواہی نہیں لی جاتی۔
* حق وراثت میں بعض حالات میں عورت کو مرد کی نسبت نصف حصہ ملتا ہے بعض حالات میں مرد اور عورت کو برابر حصہ ملتا ہے اور بعض اوقات عورت مرد سے زیادہ لے جاتی ہے۔ نیز مرد کنبے کی کفالت کا ذمہ دار ہوتا ہے جبکہ عورت کا مال محض اس کی ذات کے لیے ہوتا ہے اس کے ذمہ کوئی معاشی بار نہیں ہوتا، دیت میں بھی وراثت کی طرح معاشی خدمت اور بار کی وجہ سے مرد کی دیت دوگنا رکھی گئی ہے کہ مرد کے قتل ہونے سے کنبہ معاشی طور پر متاثر ہوتا ہے جبکہ عورت کے قتل پر متاثر نہیں ہوتا۔
* تعدد زوجات اسلام میں ہی نہیں بلکہ تمام مذاہب میں جائز ہے اسلام نے تعدد زوجات کے لامحدود تصور کو ختم کر کے چار کی قید لگائی اور ساتھ عورت کو عزت وتکریم دی اسلام سے قبل عورت کو متاع تصور کیا جاتا تھا اسلام نے اس کو حقوق دیے اور تاریخ گواہ ہے کہ ایک سے مرد کی زیادہ شادیاں کرنے میں خود عورت کے لیے فوائد ہیں
* نظم وضبط کی بحالی اور ادارے کی اصلاح کے لیے سربراہ بوقت ضرورت اپنے ماتحت کی سرزنش کر سکتا ہے ورنہ دنیا کا نظام نہ چل سکے
* عورتوں کو مردوں کے ساتھ ملوں کارخانوں دفتروں سڑکوں کے اشاروں ہوائی جہازوں میں مسافر نوازی اور ریل گاڑیوں اور بسوں میں کنڈیکٹری کے لیے استعمال نہ کرنے سے معیشت کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ البتہ اسلام کسی ایسے کام سے عورت کو نہیں روکتا جس کا اسے فائدہ ہو اور وہ کام شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے کیا جائے۔

مراجع وحواشی

(۱) التحریم:۱۱۔۱۲　(۲) الاعراف:۱۹۔۲۷　(۳) النساء:۱

(۴) ابوداؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد کتاب الطہارہ:۶۱/۱

(۵) النساء:1　(۶) الحجرات:13

(۷) أبوداود سلیمان بن الأشعث بن اسحاق السنن، رقم الحدیث:5119، دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009

(۸) مسند احمد رقم الحدیث:16989　(۹) ایضاً:23885　(۱۰) النساء:1

(۱۱) أبوداود، السنن:236　(۱۲) الحجرات:13　(۱۳) مسند احمد:23885

(۱۴) اللیل:۳۔۱۰　(۱۵) النساء:۱۲۴　(۱۶) الاحزاب:۳۵　(۱۷) البقرۃ:۲۸۲

(۱۸) البخاری،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحی،:کتاب الشہادات باب شہادۃ المرضع حدیث ۲۶۹۵

(۱۹) ڈاکٹر مصطفی السباعی،المرۃ بین الفقہ والقانون:۱/28

(۲۰) آل الشیخ،الدکتور حسین بن عبدالعزیز،امام وخطیب ومدرس بالمسجد النبوی،والقاضی بالحکمۃ الشرعیۃ بالمدینۃ النبویۃ،المبادء العامۃ لمکانۃ المرأۃ فی الاسلام:1/10

(۲۱) الطبری،محمد جریرأبوجعفر،جامع البیان فی تأویل القرآن،تفسیر سورۃ النساء:۱۵،مؤسسۃ الرسالۃ،.2000

(۲۲) القطان،الشیخ احمد،تفسیر القطان،تفسیر سورۃ النساء:۱۵

(۲۳) الشنقیطی،محمدالامین بن محمد بن المختار،اضواء البیان فی أیضاح القرآن بالقرآن،تفسیر سورۃ النساء:۱۵　　(۲۴) النساء:۱۵

(۲۵) الکاسانی علاء الدین،أبوبکر بن مسعود بن احمد الحنفی (المتوفی:587ھ)،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع:6/281،دارالکتب العلمیۃ،ط:2،1406ھ

(۲۶) ابن ابی شیبۃ،الحافظ عبداللہ بن محمد بن ابی شیبۃ (235ھ)الف مزید تفصیل کے لیے دیکھیے،ابن ابی شیبۃ،المصنف فی الأحادیث والآثار:6/.544دارالفکر

(۲۷) ایضاً　　(۲۸) البقرۃ:.282　　(۲۹) النور:6-.10

(۳۰) البخاری کتاب الشہادۃ باب شہادۃ المرضعہ حدیث ۲۶۹۶　　(۳۱) النساء:.32

(۳۲) النساء:۱۱　　(۳۳) ایضاً

(۳۴) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے،مصطفی السباعی۔المرأۃ بین الفقہ والقانون:۱/۸۰　　(۳۵) النساء:.11

(۳۶) الصنعانی،عبدالرزاق،المصنف،باب متی یعاقل الرجل،حدیث:۱۷۷۵۲

(۳۷) البیہقی،السنن الکبری،باب ماجاء فی الدیۃ حدیث:۱۶۷۳۸

(۳۸) دیت اس خون بہا کو کہتے ہیں جو قتل خطا کی صورت میں قاتل سے لے کر مقتول کے ورثاء کو دیا جاتا ہے۔دیت کی مقدار مختلف اقسام کے سو اونٹ یا اس کے مساوی رقم ہے اور عورت قتل ہو جائے تو اس کے ورثاء کو ۵۰ اونٹ یا ان کی قیمت بطور خون بہا ادا کرنا ہوگی۔یہ دیت قتلِ خطا میں ہوتی ہے جبکہ قتلِ عمد میں قصاص ہوتا ہے الّا یہ کہ ورثاء معاف کردیں۔شریعت اسلامی نے مرد اور عورت کے لیے الگ الگ دیت طے کر کے کمال حکمت بیان کی ہے۔یہاں بھی حق وراثت کی طرح خاندانی معاملات اور معاشی مسائل کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔اس لیے کہ ایک مرد کے فوت ہو جانے سے خاندان کا معاشی نقصان عورت کے فوت ہو جانے سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔مرد خاندان کی کفالت کرتا ہے۔جبکہ عورت کی دیت اگرچہ کم ہی ہو،اس کا خاندان کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔جہاں تک ناانصافی یا عورت کے عدم احترام کا تعلق ہے تو یہ اعتراض کم فہمی کی بنا پر کیا جاتا ہے اس لیے کہ قتل خطا میں قاتل کا قصور نہیں ہوتا جیسے گاڑی کے نیچے آجانا' اچانک گولی چل جانا وغیرہ۔اگر قتل عمد ہو تو پھر مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں۔

(۳۹) الصابونی محمد علی۔صفوۃ التفاسیر تفسیر سورۃ النساء:۱۸۸/۱'دارالصابونی۔جدۃ

(۴۰) محمد رشید رضا:تفسیر المنار ۲۹/۴'الہیۃ المصریۃ العامۃ للکتاب ۱۹۹۰ء　　(۴۱) النساء:.34　　(۴۲) جامع ترمذی:۳۹۱/۴

(۴۳) المبارکپوری'محمد بن عبدالرحمٰن'تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی باب ماجائی حق المرأۃ:۳۲۶/۴

(۴۴) الترمذی،أبوعیسی محمد بن عیسی بن سَورۃ بن موسی بن الضحاک،(المتوفی:279ھ)السنن،رقم الحدیث:1163،دارالغرب الاسلامی۔بیروت،1998م　　(۴۵) مجلّہ المجتمع ۱۴۲۲/۴/۱۶ھ

(۴۶) دکتور مصطفی السباعی'المراۃ بین الفقہ والقانون ۱/۳۲۳　　(۴۷) محمد رشید رضا:تفسیر المنار تفسیر سورۃ النساء۔آیت ۳۴

(۴۸) ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید، السنن، باب طلاق العبد، حدیث: 2081　　(۴۹) ایضاً

(۵۰) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے' حاشیہ السندی علی ابن ماجہ: باب طلاق العبد: ۴/۳۲۱

(۵۱) تفصیل کے لیے دیکھیے:۔ندا عبدالرزاق القصیر' المرأۃ المسلمۃ بین الشریعۃ الاسلامیہ والا ضالیل الغربیہ: ۲۹/ امؤسسۃ الریان بیرت بدون سنہ　　(۵۲) الروم: ۲۱　　(۵۳) الانبیاء: ۲۲

(۵۴) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے، سید قطب، شبہات حول الاسلام، قوامۃ الرجل ص ۳۲

(۵۵) احمد القطان، تفسیر القطان المکتبۃ الشاملۃ، تفسیر سورۃ النساء آیت ۱۲۹/ ۱:۳۴

(۵۶) مزید تفصیل کے لیے دیکھیے، محمد قطب، شبہات حول الاسلام ص ۱۱۹

(۵۷) النساء: 34　　(۵۸) آل عمران: ۱۵۹　　(۵۹) النساء: ۱۹

(۶۰) الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی، السنن، باب فضل ازواج النبی حدیث: ۳۸۳۰

(۶۱) عماد الدین ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم تفسیر سورۃ النساء آیت ۱۹، ۱/۴۶۶

(۶۲) الزمخشری جاراللہ، الکشاف، تفسیر سورۃ النساء آیت ۱۹، : ۱/۴۹۰

(۶۳) ابوبکر الجصاص، احکام القرآن تفسیر سورۃ النساء: ۲/۴۷　　(۶۴) مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح،: ۱۰/۵۸

(۶۵) الترمذی، السنن: ۴/۳۵　　(۶۶) ابن ماجہ، السنن: ۱/۶۳۴　　(۶۷) الأحزاب: ۳۳

(۶۸) ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر القرآن العظیم تفسیر سورۃ الأحزاب آیۃ: ۳۳

(۶۹) الزمخشری، ابوالقاسم محمود بن عمرو، الکشاف، تفسیر سورۃ الأحزاب، آیۃ: ۳۳:۵/۳۲۵　　(۷۰) الذاریات: ۵۶

(۷۱) البزار، ابوبکر أحمد بن عمر، المسند، المسند ابی حمزۃ انس جزء ۲ حدیث نمبر ۶۹۶۲

(۷۲) مودودی، ابوالاعلی، تفہیم القرآن جلد ۴ تفسیر سورۃ الاحزاب آیت ۳۳ حاشیۃ ۴۹

(۷۳) الترمذی، ابوعیسے محمد بن عیسی، السنن، باب ما جاء فی کراہیۃ الدخول علے المغیبات، حدیث نمبر ۱۰۹۳

(۷۴) فریح بن صالح البھلال، الاستیعاب فیما قیل فی الحجاب: 1/ 13، یہ مقالہ 30/ 7/ 1425 کو شائع ہوا